اسلامی تحریکیں: ماضی اور حال

جدید عالمی نظام اور اسلام

خلیل احمد حامدی

مغرب اور اسلامی تحریکات

اسلامی تحریکوں کی فکری کامیابی اور عملی پیش رفت کو دیکھ کر مغربی طاقتیں جن کی قیادت' بلکہ نکیل' امریکہ کے ہاتھ میں ہے' اسلامی تحریکوں پر ٹوٹ پڑی ہیں' اور اپنے دست آموز مسلم حکمرانوں کے ذریعے ان کو ناپید کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان طاقتوں کا واحد ہدف اسلامی تحریکیں ہیں جسے پورا کرنے کے لیے انھوں نے کئی محاذ کھول رکھے ہیں۔ فکری محاذ پر تحریکوں کو "بنیاد پرست" اور "دہشت گرد" مشہور کیا جا رہا ہے۔ سابقہ دور میں ان کے لیے "رجعت پسندی" اور "ترقی دشمنی" کے خطابات تھے۔ جب تک کیمونزم اور اس کی علمبردار طاقت سوویت یونین صفحۂ ہستی پر موجود تھے' امریکہ اسلامی تحریکوں کو دشمن کا دشمن سمجھ کر اپنی عالمی حکمتِ عملی بناتا رہا۔ ایک طرف اسلامی تحریکوں کو دبانے کی کوشش کرتا رہا اور دوسری طرف انھیں کیمونزم کے خلاف ایک کارگر ہتھیار سمجھ کر ان کے وجود سے استفادہ کرتا رہا۔ اور یہ بھی اس کی پالیسی رہی کہ اسلامی تحریکیں اور کیمونسٹ تحریکیں باہم دست و گریباں رہیں اور دونوں کے پر کٹتے رہیں۔ اس پالیسی کا نمایاں عکس ہمیں سوڈان' مصر اور شام کے واقعات میں ملتا ہے۔ سقوط کیمونزم تک امریکہ کی یہی دو رخی پالیسی رہی۔

اب امریکہ کا واحد دشمن اسلامی تحریکیں ہیں' اور وہ یک قطبی عالمی نظام کے تصور میں مست ہو کر فیلِ بے زنجیر کی طرح اسلامی تحریکوں کو کچلنا چاہتا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کی کمزوری' بے دینی اور جاہ پرستی ان مذموم مقاصد کی بر آری کے لیے اسے مواقع مہیا کر رہی ہے۔ اس غرض کے لیے اس نے عالمِ اسلام کے اندر "کنٹرولنگ سنٹرز" قائم کر لیے یا قائم کر رہا ہے۔ شرقِ اوسط کو زیر بار رکھنے کے لیے اس نے "اسرائیل" کو مستحکم کر دیا ہے' اور اسرائیل امریکہ ہی کی ایک ریاست ہے۔ اسے عسکری' اقتصادی اور ثقافتی طور پر اس قدر مسلح کر دیا گیا ہے کہ پورے شرق

اوسط پر اسرائیل کی سیادت ہو گی۔ عربوں کی منڈیاں اس کے ہاتھ میں ہوں گی' ثقافتی یلغار شروع ہو چکی ہے۔ اسرائیل کی عسکری طاقت کے مقابلے میں پورے شرقِ اوسط کی مجموعی عسکری طاقت بونی نظر آتی ہے۔ عراق مضبوط عسکری طاقت بن گیا تھا۔ اسے ہمیشہ کے لیے تحلیل کر دیا گیا ہے۔ ثقافتی یلغار کے اثرات اس مثال سے واضح ہو سکتے ہیں کہ مصر کے تعلیمی نصاب سے وہ تمام آیاتِ قرآنی خارج کر دی گئی ہیں جو یہود کی مذمت کرتی ہیں یا جہاد کی دعوت دیتی ہیں۔ شرقِ اوسط اور خلیجی ممالک میں اسلامی تحریکوں سے وابستہ عناصر کو سرکاری اداروں سے نکالا جا رہا ہے۔ ہر نوع کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ اور "بنیاد پرستی" کو تنظیموں سے صاف کرنے کی مہم شروع ہو چکی ہے۔ شمالی افریقہ (مراکش' الجزائر' تونس اور لیبیا) میں امریکہ کا "مرکزِ نگہداشت" مراکش ہے۔ پورے شمالی افریقہ' بلکہ مغربی افریقہ کے بعض ممالک (مثلاً موریطانیہ اور سینی گال) کی نگیل بھی اس مرکز کے ہاتھ میں ہے اور ان ممالک پر شدید دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ اسلامی تحریکوں کی سرکوبی کریں۔

جدید عالمی نظام اور اسلام

امریکہ اب "جدید عالمی نظام" کا ہتھیار لے کر مسلمان ممالک میں اتر رہا ہے۔ اور جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے اس کا اصل ہدف اسلامی تحریکیں ہیں کیونکہ جدید عالمی نظام کا راستہ وہی روک سکتی ہیں۔ "جدید عالمی نظام" کے تجزیے تو بہت کیے گئے ہیں۔ اس کی اصل حقیقت کا انکشاف ان رویوں سے ہو گا جو اسلام اور عالمِ اسلام کے متعلق امریکہ اختیار کرے گا۔ اب تک اس کے جو "کرشمے" سامنے آئے ہیں' وہ یہ ہیں:

۱۔ عالمِ اسلام کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کرنا۔ مغربی استعمار اور امریکہ کی یہ کوئی نئی پالیسی نہیں ہے۔ ان طاقتوں نے ہمیشہ مسلمانوں کو تتر بتر رکھنے کی کوششیں کی ہیں' لیکن "جدید عالمی نظام" کے تحت محض عرب اور مسلم ممالک کی تقسیم و تفریق مراد نہیں ہے۔ یہ تقسیم و تفریق تو بالفعل ہو چکی ہے اور عالم اسلام تقریباً ۶۰ چھوٹی بڑی ریاستوں میں منقسم ہے' بلکہ اب ایک ایک ملک کے اندر مزید انقسام و افتراق پیش نظر ہے۔ مثلاً ہم مسلسل یہ سن رہے ہیں کہ عراق کو تین حصوں میں بانٹا جا رہا ہے۔ شمالی عراق کردوں کے لیے' جنوبی عراق شیعہ آبادی کے لیے اور وسطی عراق سنیوں کے لیے۔ صومالیہ کو بھی جنوب اور شمال میں تقسیم کرنے کا منصوبہ ہے۔ بوسنیا و ہرزیگووینا کی ساری جنگ اس ملک کو تین مذہبی و نسلی بنیادوں پر تقسیم کرنے کے لیے ہے۔ ایک حصہ آرتھوڈکس سرب نسل کے لیے' دوسرا کیتھولک کروٹ نسل کے لیے اور تیسرا

مسلم بشناق نسل کے لیے۔ سوڈان کی طاقت کو بھی پاش پاش کرنے کے لیے جنوبی سوڈان کو بزور شمال سے الگ کرنے کی اسکیم جاری و ساری ہے۔ جنوب کی علیحدگی کے بعد مغربی سوڈان میں علیحدگی کی تحریک چلائی جائے گی۔ ترکی کے اندر کرد آبادی ترک قوم پرستوں سے مدتوں سے نالاں چلی آ رہی ہے۔ اب امریکہ اس صورت حال کا استحصال کر رہا ہے اور قوم پرست کردوں کو بغاوت کا درس دے رہا ہے' اور اس غرض کے لیے آرمینیا کے ارمنوں کو کردوں کے اندر ترکی کے اندر بغاوت کے لیے مدد دے رہا ہے۔ موریطانیہ اور سینی گال میں امریکی ایجنٹوں نے خانہ جنگی بھڑکا دی۔ سینی گال کے اندر موریطانیہ کے لوگ مدتوں سے رہ رہے تھے۔ وہ یکایک سینی گالیوں کے غیظ و غضب کا نشانہ بن گئے' اور دو مسلمان ہمسائے ملک چند نادان رہنماؤں کی وجہ سے باہم دست و گریبان ہو گئے۔ اس کے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہوئے ہیں بلکہ عالمی نظام کے ایجنٹ اس آگ کو وقتاً" فوقتاً" سلگاتے رہتے ہیں۔ یہی سازش افغانستان میں چل رہی ہے۔ فلسطین کے مسئلے کو جس طرح امریکہ نے حل کیا ہے وہ مسلمانوں کو عقل کے ناخن لینے کے لیے کافی ہے۔ یاسر عرفات کو اسرائیل کے پاؤں میں بٹھا دیا ہے' اور غزہ اور اریحا کی بلدیات کی معمولی خدمات اس کے سپرد کر دی ہیں۔ کشمیر کو بھی جدید عالمی نظام تین حصوں میں بانٹنا چاہتا ہے۔ جموں اور لداخ بھارت کے پاس رہیں' آزاد کشمیر پاکستان کو دے دیا جائے' اور وادی کشمیر کو' جہاں تحریکِ جہاد برپا ہے' خودمختار حیثیت دے کر اسے امریکہ کا عسکری اڈہ بنا دیا جائے' تاکہ امریکہ وہاں سے پاکستان' افغانستان اور وسط ایشیا کی مسلم جمہوریتوں کو آسانی سے قابو میں رکھ سکے۔ ان تفریقی فتنوں کو برپا کرنے کے لیے امریکہ نسلی' لسانی' تہذیبی اور مذہبی مسائل کھڑے کر رہا ہے۔ خود پاکستان کے اندر امریکہ نے تینوں طرح کے مسائل جنم دے رکھے ہیں۔ سندھ کے شہروں میں لسانی تحریک' سندھ کے اندر نسلی نعرے' ملتان اور بہاولپور کے علاقے میں **"سرائیکستان"** کی آواز اور اہلِ مذہب کے اندر باہمی جنگ۔ یہ سب دانستہ یا نادانستہ نیو ورلڈ آرڈر کی لہروں کے کرشمے ہیں۔

۲۔ مسلم ممالک کو جدید ٹیکنالوجی سے محروم رکھنا یا ان کے اندر اس کی ملکیت کی صلاحیت نہ ابھرنے دینا۔ خواہ وہ مسلم ممالک امریکہ کے دشمن ہوں یا دوست۔ خلیج کی جنگ نے جدید ٹیکنالوجی کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔ مغرب' ٹیکنالوجی پر اپنی اجارہ داری کے ذریعے اپنے متعدد مفادات و مقاصد بروئے کار لانا چاہتا ہے۔ مثلاً وہ اسلحہ مارکیٹ کا واحد مالک بننا چاہتا ہے' مسلمانوں کو اس سلسلے میں پسماندہ اور کمزور رکھنا چاہتا ہے' اور عرب ممالک میں اپنے حلیف اسرائیل کی عسکری

فوقیت برقرار رکھنا چاہتا ہے' اور اس کی بدولت وہ صیہونی ریاست کے اردگرد سیکورٹی بیلٹ وجود میں لانا چاہتا ہے۔ امریکہ کو یہ خطرہ ہے کہ مسلم ممالک میں "بنیاد پرستی" روز افزوں ہے اور آیندہ کسی وقت بھی زمامِ اقتدار بنیاد پرستوں کے ہاتھ آ سکتی ہے۔ اس لیے امریکہ ٹیکنالوجی میں مسلم ممالک کو خودکفیل ہونے کے بجائے اپنا دستِ نگر رکھنا چاہتا ہے۔

۳۔ فلسطین کے مقبوضہ علاقوں کی آبادکاری کے لیے سابقہ روس اور یمن' مراکش میں رہنے والے یہودیوں کو فلسطین لانے کی منصوبہ بندی' تاکہ فلسطین کے اندر آبادی کا توازن یہودیوں کے ہاتھ میں رہے۔ اس وقت فلسطین کی عرب آبادی میں شرحِ پیدائش کا تناسب یہودی آبادی کے مقابلے میں دس گنا زیادہ ہے' اور اگر یہی صورتِ حال برقرار رہی تو چند سالوں میں عربوں کی غالب اکثریت وجود میں آ جائے گی' جسے قابو میں رکھنا امریکہ اور اسرائیل کے بس میں نہ ہو گا۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے امریکہ باہر کے یہودیوں کو لا کر فلسطین میں آباد کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ دنیا کے اندر بکھرے ہوئے یہودی خود امریکہ میں آ جائیں اور وہاں مزید امریکی پالیسیوں پر اپنا غلبہ پا لیں۔

۴۔ عالمِ اسلام کا اقتصادی محاصرہ' ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے ذریعے۔ امریکہ ان مسلم اور عرب ممالک پر جو ترقی کی راہ پر گامزن ہو رہے ہیں مذکورہ دونوں اداروں کی وساطت سے یہ پالیسی نافذ کرنا چاہتا ہے کہ ان کے تمام وسائل مغربی اقتصادیات' بالخصوص امریکی اقتصادیات کی خدمت کے لیے وقف رہیں۔ اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لیے امریکہ متعدد ٹائٹل متعارف کرا رہا ہے۔ مثلاً عرب اور مسلم ممالک اپنی نیشنل اکانومی کو انٹرنیشنل اکانومی میں مدغم کر دیں یا پرائیویٹائزیشن کا نعرہ جس کے ذریعے امریکہ مسلم و عرب ممالک کے مالی اداروں کو ان کی حکومتوں سے بالا بالا بین الاقوامی تحویل میں لینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر میں پائے جانے والے مالی ادارے آسانی سے قابو کیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح مسلم اور عرب ممالک اپنے بنیادی اقتصادی نظام کو کبھی مستحکم نہ کر سکیں گے۔

۵۔ اسلامی تحریکوں کے خلاف ویٹو پاور کا استعمال' تاکہ وہ کبھی اقتدار تک نہ پہنچ سکیں۔ امریکہ یہ کام آمرانہ حکومتوں کے ذریعے بہ آسانی لے سکتا ہے۔ سیکولر اپوزیشن بھی امریکہ کی اس اسکیم کو پورا کرنے میں ممد و معاون ہو سکتی ہے۔ اور جس طرح بعض افریقی ممالک میں ہو چکا ہے' امریکہ جہاں بھی اسلامی تحریک کی پیش رفت دیکھے گا وہاں فوجی انقلاب کے لیے سبز جھنڈی دکھا دے گا۔

۶۔ چونکہ مسلمان اپنے اسلامی عقیدے سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں' اس لیے مسلمانوں کے عقیدے اور مذہب کو چھیڑے بغیر مسلمانوں کی نئی نسل کے اندر اباحیت کو رواج دیا جائے۔ گو یہ قدیم یہودی منصوبہ ہے' لیکن اب امریکی ماہرین اس کے نفاذ پر مسلسل زور دے رہے ہیں۔ علی الخصوص ایسے سمعی اور بصری آلات و وسائل سے مدد لی جا رہی ہے جو اپنا بین الاقوامی جال بچھا چکے ہیں۔ ترویجِ اباحیت کے لیے سب سے بڑا ذریعہ عورت ہے۔ مرد و زن میں مساوات کے نام سے عورتوں کو بے راہ رو کر دینا مغرب کی پرانی اسکیم ہے' جسے نئے سرے سے جامہ عمل پہنایا جا رہا ہے۔ خلیجی جنگ کے دوران ریاض جیسے شہر میں سیکولرزم کے علمبرداروں نے عورتوں کا جلوس نکالا جس میں عورتوں نے اپنے "حقوق" کا مطالبہ کیا۔ کویت میں عورت تمام روایات کو توڑ چکی ہے۔ اس سلسلے میں ایک خاص نقطہ مغربی ماہرین نے یہ اختیار کیا ہے کہ "اسلام" کی اصطلاح عالمی نشریاتی اداروں میں استعمال نہ کی جائے۔ اس کے لیے "بنیاد پرستی" اور دیگر اصطلاحات جو مستقبل میں حسبِ ضرورت وضع کی جائیں' استعمال کی جائیں۔ مستقبل قریب میں ایک نئی اصطلاح نشریاتی اداروں کے ذریعے رواج دی جائے گی اور وہ ہے "عقل پرستی"۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں کو "عقل پرستی" کا مخالف ثابت کیا جائے گا۔ پیشتر ازیں مجاہدین کو "دہشت گرد" کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔

ملتِ اسلامی کو بیدار کرنے اور اسے اپنے تشخص سے روشناس کروانے کا کام کوئی معمولی نہیں ہے۔ خاص طور پر ان حالات میں جبکہ اسے محوِ خواب رکھنے اور عبودیت کی زندگی پر قانع کرنے کا کام بھی زور و شور سے جاری ہو' تعلیمی ادارے اسی "خواب پسندی" کو دماغوں میں اتار رہے ہوں' ذرائع ابلاغ اسی کو مرغوب کر کے پیش کر رہے ہوں' معاشی گورکھ دھندے بھی ملت کو اسی گرداب میں دھکیلے جا رہے ہوں' اور پھر دنیا کی بڑی طاقتیں بھی ملتِ اسلامی کے خلاف صف آرا ہو چکی ہوں۔ اسلام کے صحیح تصور کا احیا' اسلام اور جاہلیت کا امتیاز' جہاد کی تشویق اور پھر ایک نئی مجاہد' جانفروش اور خود دار نسل کی فراہمی اسلامی تحریکوں کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اصل اور بنیادی کام یہی تھا جو تحریکوں نے سرانجام دے لیا ہے۔ اب اس کی مدد سے مکمل تہذیبی انقلاب کا مرحلہ باقی ہے۔ تحریکیں اسی دوسرے مرحلے میں داخل ہیں۔ اب پورے تیار شدہ مواد کو لے کر اور اس میں مزید پختگی اور وسعت پیدا کر کے کس طرح تہذیب اسلامی کی بالاتری کا قصر تعمیر کیا جائے' یہ ایک سوال ہے جو تحریکوں کو درپیش ہے۔

(ختم شد)